مکی دور کی احادیث۔ سیرتِ ابن اسحاق میں

(۳)

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی

دوسرے واقعاتِ سیرت

ابن اسحاقؒ نے اسراء و معراج کی اپنی احادیث کے بعد دوسرے واقعاتِ سیرت کا ذکر کیا ہے، جن میں اول کا عنوان ہے: **المستھزء ون بالرسول علیہ السلام** (رسول ﷺ کا مذاق اڑانے والے)۔ واقعۂ معراج کے بعد رسول اکرم ﷺ صبر و استقامت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور اپنی قوم کو نصیحت فرماتے رہے، لیکن ان سے استہزائ، تمسخر، ایذا اور تکذیب کا صلہ پاتے رہے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کی روایتِ یزید بن رومان کے مطابق پانچ بڑے استہزاء کرنے والے تھے، جو اپنی قوم و خاندان میں صاحبانِ جاہ و شرف اور حاملینِ اثر و رسوخ تھے۔ ان میں سے ایک اسود بن مطلب اسدی تھا، جس کی کنیت ابوزمعہ تھی۔ اس کی ایذا و تکذیب پر آپؐ نے بدعا کی: ''**اللھم أعم بصرہ و اثکلہ ولدہ**' (اے اللہ! اسے اندھا اور بے اولاد کردے) اور وہ دعا قبول ہوئی۔ محقق حمدی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے اور اس کی تخریج کی ہے۔ (۲ / ۳۷) ۴۷۔

بنوعبد مناف کے جوار کی حدیث

بزرگ ترخاندانِ رسالت بنوعبد مناف کے دو قریبی رشتہ دار ابوالعاص بن حکم اموی اور ابولہب ہاشمی آپ کے سب سے قریبی پڑوسی تھے۔ دوسرے پڑوسی

عقبہ بن ابی معیط اموی، عدی بن حمراء ثقفی، ابن الاصداء ہذلی تھے۔ یہ لوگ بہ قول ابن اسحاقؒ آپ کو آپ کے گھر میں ایذا پہنچاتے تھے۔ ان میں سے کوئی نماز میں آپ پر بکری کی اوجھڑی ڈالتا، کوئی آپ کی ہانڈی میں، جب وہ چولھے پر رکھی جاتی، گندگی پھینک دیتا۔ لہٰذا آپ نے ان کی ایذا سے بچنے کے لیے ایک بڑے پتھر کو بہ طور پناہ گاہ لگا لیا تھا۔ اسی طرح وہ لوگ راستے میں اور آپ کے دروازے پر گندگی اور کوڑا کرکٹ ڈال دیتے۔ آپ گھر واپس آتے تو اسے اٹھا کر پھینک دیتے اور فرماتے: ''اے بنو عبد مناف! یہ کیسا جوار (پڑوس) ہے؟! یہ حضرت عروہ بن زبیر کی روایت ہے۔ حمدی محقق کا اس پر حاشیہ نہیں ہے۔

البتہ دوسری روایتِ عروہؒ بن زبیر پر علامہ البانیؒ کی تنقید فقہ السیرۃ غزالی کے حوالے سے ہے کہ وہ ضعیف حدیث ہے، جس کو ابن اسحاق نے صحیح سند سے مرسل روایت کیا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ کسی احمق نے راستے میں سرِ مبارک پر خاک ڈال دی۔ دختران نبوی میں سے کوئی آپ کا سر دھوتی جاتیں اور روتی جاتیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''لاتبکی یا بُنیۃ، فان اللہ مانع أباک'' اور اسی دوران فرمایا ''ما نالت قریش شیئاً أکرھہ، حتی مات أبو طالب۔ ۲ / ۴۲'' (اے دختر، نہ رو، کیوں کہ اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرنے والا ہے... قریش نے میرے ساتھ ایسی کوئی حرکت نہیں کی جسے میں ناپسند کرتا، یہاں تک کہ ابوطالب کا انتقال ہو گیا۔)

اکابرِ قریش کے کلمہ پڑھنے کی حدیث

اشرافِ قریش سے رسول اکرم ﷺ مسلسل التجا کرتے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں کہ اس کلمہ کے سبب عرب و عجم کے فرماں روا ہوں گے، لیکن وہ نہ سنتے۔ ابن اسحاقؒ نے اس تناظر میں کئی مختصر احادیث نقل کی ہیں:

۔ابوطالب ہاشمی کے پاس ایک وفدِ اشراف آیا، جس میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دوسرے اشراف و اکابر شامل

تھے۔ آپؐ کی موجودگی میں آپ کے بارے میں بات کی تو آپ نے ان سے فرمایا:

''**نعم، کلمة واحدة تعطونیها تملکون بها العرب وتدین لکم بها العجم**'' (ہاں، صرف ایک کلمہ کہہ دو، اس پر تم عرب کے مالک ہو جاؤ گے اور عجم تمہارے باج گزار بن جائیں گے۔) ابوجہل نے کہا: کس کلمہ کے عوض؟ آپ نے فرمایا: ''**تقولون لا اله الا الله وتخلعون ماتعبدون من دونه**'' (تم لا الٰہ الا اللہ کہہ دو اور اللہ کے علاوہ جن کو پوجتے ہو ان سے دست بردار ہو جاؤ۔) انہوں نے نہ مانا اور منتشر ہو گئے۔ ابوطالب نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: ''بھتیجے! میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کوئی غلط بات نہیں کہی۔'' آپ کو ان کے اسلام لانے کی امید ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: ''**أی عم، فأنت فقلها، استحلّ لک بها الشفاعة یوم القیامة**۔'' (چچا جان! آپ یہ کلمہ پڑھ لیں تو میں روزِ قیامت آپ کے حق میں شفاعت کروں گا۔)

یہ دعوتِ نبوی کا واقعہ جناب ابوطالب کے مرض الوفات کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خاندان کی بدنامی کا سبب نہ بنتا تو میں کہہ دیتا۔ ابوطالب کا جب آخری وقت آیا تو ان کے برادر حضرت عباسؓ نے آپ کا کان ان کے حرکت کرتے لبوں سے لگایا اور آپ سے فرمایا: میرے بھائی نے وہی کلمہ کہا ہے جو آپ نے ان سے کہلوایا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''**لم أسمع**'' (میں نے نہیں سنا۔) اس پر حمدی محقق کا کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲ / ۴۳)

سفرِ طائف کی احادیث

سیرتِ ابن اسحاق کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے بعثت کے دسویں سال ابوطالب کی وفات کے بعد طائف شہر کا سفر کیا۔ اس کا بنیادی مقصد ثقیف کے تین عظیم ترین اکابر کی نصرت و حمایت طلب کرنا تھا، جو ان کے قبولِ اسلام سے از خود آپؐ کو مل جاتی اور اگر وہ قبولِ حق سے انکار کرتے، لیکن ابوطالب کی طرح حمایت و جوار دینے پر آمادہ ہو جاتے تو آپ کو وہ پناہ گاہ مل جاتی جو وفاتِ ابوطالب سے مکہ میں باقی نہیں رہی تھی۔ تینوں ساداتِ ثقیف نے آپ کا پیش کردہ پیغامِ حق ٹھکرا دیا اور حمایت و نصرت

دینے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ’’ جو کچھ تم نے کیا، اس کو ظاہر نہ کرنا کہ اگر لوگوں کو اس کا پتہ چلے گا تو وہ آمادۂ فساد ہوں گے۔‘‘ لیکن انھوں نے نہ صرف اس کو افشا کیا اور فسانۂ عام بنا دیا، بلکہ آپ کو ستانے اور ایذا دینے کے لیے بدقماشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ بنو جمح قریش کی ایک خاتون، جس نے یہ سب دیکھا تھا، اس سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ’’ہم کو تیرے سسرالیوں سے کیا انعام ملا؟‘‘ ان دونوں احادیثِ ابن اسحاقؒ پر حمدی کا کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲ / ۴۴) ۴۸؎

حضرت عداسؓ سے ملاقات

محقق حمدی نے عتبہ وشیبہ کے باغِ نخلہ میں حضرت عداسؓ سے آپ کے مکالمات و احادیث کی تخریج نہیں کی ہے اور نہ ان پر حاشیہ لکھا ہے۔ مالکانِ باغ کے بھیجے ہوئے ہدیۂ انگور کو آپ نے ’بسم اللہ‘ کہہ کر تناول فرمایا۔ عداسؓ کی حیرت پر آپ نے ان سے پوچھا کہ ’’عداس! تم کس علاقے کے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ وہ نصرانی ہیں اور نینویٰ کے باشندے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ’’مرد صالح یونس بن متّیٰ کے گاؤں کے‘‘ ان کے استعجاب پر آپؐ نے وضاحت کی کہ ’’وہ میرے بھائی تھے۔ وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں‘‘۔ حضرت عداسؓ نے یہ سن کر آپ کی قدم بوسی اور دست بوسی کی اور اسلام لے آئے۔ (۲ / ۴۵) ۴۹؎

دعائے نبوی

اکابرِ قریش کے بعد ساداتِ ثقیف سے ستم کا اندوہ اٹھانے اور ان کے اوباشوں سے سخت جسمانی تکلیف پانے کے بعد آپ نے دعا کی: ’’اللھم إلیک أشکو ضعف قوتی ، وقلّة حیلتی، وھوانی علی الناس، یا أرحم الراحمین، أنت رب المستضعفین، وأنت ربی، إلی من تکلنی ؟إلی بعید یتجھمنی؟ أم إلی عدّو ملکته أمری؟ إن لم یکن بک علیّ غضب فلا أبالی ، ولکن عافیتک ھی أوسع لی، أعوذ بنور وجھک الذی أشرقت له الظلمات وصلح علیه أمر الدنیا والآخرة من أن تنزل بی غضبک، أو یحل علیّ

سخطک، لک العتبی حتی ترضی، ولاحول ولا قوۃ الا بک۔'' ۵۰؂

قبائل عرب سے طلبِ نصرت وحمایت

ابن اسحاقؒ نے اور ان کی پیروی میں دوسرے سیرت نگاروں نے اس کا عنوان لگایا ہے: 'عرض رسول اللہ ﷺ نفسہ علی القبائل' ۔اس سے متعدد متاخر سیرت نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ آپ ؐنے قبائل عرب سے مطالبۂ نصرت واسلام سنہ ۱۰ نبوی کے بعد کیا تھا، حالاں کہ امام ابن اسحاقؒ نے پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ علانیہ تبلیغ اسلام کے بعد سے ہر سال آپ قبائل عرب اوران کے اکابر سے ملتے اور یہ مطالبات کرتے تھے۔اکابر وشیوخِ عرب سے ملاقاتوں کے ضمن میں رسول اکرم ﷺ نے ان سے مکالمات فرمائے اور وہ احادیث کی شکل اختیار کر گئے۔ان میں میں سے بعض چیدہ احادیث کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

حضرت ربیعہ بن عبادؓ نے اپنے والد ماجد سے بیان کیا کہ منی میں رسول اللہ ﷺ عرب قبائل کے ڈیروں (منازل) پر ٹھہرتے اوران کو مخاطب کر کے فرماتے: ''یا بنی فلان، انی رسول اللہ الیکم، یأمرکم أن تعبدو اللہ ولا تشرکوا بہ شیأ، وأن تخلعوا ماتعبدون من دونہ من ھذہ الأنداد، وأن تومنوا بی، وتصدقوابی، وتمنعونی، حتی أبین عن اللہ مابعثنی بہ'' اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ احمد ،ابن معین ،ابو حاتم اور نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲/ ۴۶)۵۱؂

امام سہیلی نے اس باب کے ایک تتمہ میں بعض دوسرے قبائل عرب سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ان میں بنوذہل بن ثعلبہ سے نبوی ملاقات کا کافی مفصل ذکر ہے اور مختلف مکالمات کے علاوہ احادیث بھی ہیں، جیسے ''... أدعو الی شھادۃ أن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لاشریک لہ وأنی رسول اللہ، والی أن تؤوونی وتنصرونی، فان قریشاً قد ظاھرت علی أمر اللہ وکذبت رسولہ، واستغنت بالباطل عن الحق، واللہ ھو

الغنی الحمید‘‘ اس کے بعد آپ نے سورۂ انعام :۱۵۱ کی تلاوت کی۔ ان کے سردار مفروق بن عمر کی مزید فرمائش پر سورۂ نحل: ۹۰ بھی پڑھی۔ اس وفد میں ان کے قبیلہ کے سردار اور ماہر جنگ (صاحبنا و صاحب حربنا) حضرت مثنی بن وارثہؓ بھی تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی سردار ہانی بن قبیصہ کے جواب سے اتفاق کیا اور صرف ’میاہ عرب‘ کے علاقے میں نصرت وحمایت کی بات کہی اور ایرانی علاقے میں اس سے عذر کیا۔ اس مشروط جواب پر آپؐ نے فرمایا: ’’ما أسأتم فی الرد، إذ افصحتم بالصدق، و ان دین اللّٰہ لمن ینصرہ الا من حاطہ من جمیع جوانبہ۔ أرایتم إن لم تلبثوا الا قلیلاً حتی یورثکم اللّٰہ أرضھم و أموالھم، ویفرشکم نساء ھم، أتسبحون اللّٰہ و تقدسونہ‘‘ آپ نے سورۂ احزاب: ۴۶ کی بھی تلاوت کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے۔ ان سے بھی بعض ارشادات فرمائے۔‘‘ ۵۲؎

سوید بن صامت یثربی شاعر وحکیم اور سردار بنی عمرو بن عوف سے ملاقات میں رسول اکرم ﷺ نے ان سے ان کے کافی اشعار اور ان کا کلامِ حکمت سنا۔ ان کا وہ حکیمانہ کلام ’مجلۃ لقمان‘ کا تھا، جس کو ’حکمتِ لقمان‘ کہا گیا ہے۔ حضرت لقمان حکیم کی حیثیت سے عرب قبائل اور خاص کر ان کے شعراء وخطباء میں معروف تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ’’میرے پاس اس سے بہتر کلام ہے۔ وہ قرآن ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتارا ہے اور وہ ہدایت ونور ہے۔‘‘: ’’ان ھذا الکلام حسن، و الذی معی أفضل من ھذا، قرآن أنزلہ اللّٰہ تعالی علیّ، ھو ھدی و نور ‘‘ اس پر حمدی حاشیہ بہت دل چسپ ہے: ’’اگر یہ قوم صحابہ میں سے تھی تو اس کی اسناد صحیح ہے اور اگر وہ تابعین میں سے تھی تو وہ مرسل ہے۔..‘‘ (۲ / ۴۷۔۴۹) ۵۳؎

یثرب کے ایک اور شیخ وفد، جو قریش سے خزرج کے خلاف حلف کا معاہدہ کرنے گیا تھا، بنوعبدالاشہل / اوس کے سردار تھے اور ان کا نام تھا: ابوالحیسر انس بن رافع۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ھل لکم فی خیر مما جئتم لہ؟ انا رسول اللّٰہ بعثنی الی العباد، أدعوھم الی أن یعبدوا اللّٰہ و لا یشرکوا بہ شیئاً، و أنزل

علیٰ الکتاب'' پھر آپ نے ان سے اسلام کی وضاحت کی اور ان کو قرآن پڑھ کر سنایا''۔اس پر حمدی حاشیہ نہیں ہے۔(۴۹/۲) ۵۴۔

متعدد دوسرے عرب قبائل سے نبوی ملاقاتوں اور ان کے دوران میں مکالموں اور حدیثوں کا ذکر متعدد اامامانِ حدیث نے کیا ہے۔ان میں یہ قبائل شامل ہیں:

۱۔بنو ہمدان۔امام احمد و حاکم وغیرہ متعدد محدثین۔

۲۔بنوبکر بن وائل۔ حافظ ابونعیم اور یحییٰ بن سعید الاموی،جن سے آپ نے ایران پر فتح پانے کی پیش گوئی کی تھی۔

۳۔بنوعبس۔واقدی کی روایت رکھتا ہے اور حضرت میسرہ بن مسروق عبسیؓ نے آپ سے متعدد ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے، جو منازلِ قبائل کے دوروں کے زمانے میں ہر سال ہوتی تھیں۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گئے تھے، اگرچہ وہ اسلام کے قائل اور رسول اکرم ﷺ کی سچائی کے معترف شروع سے تھے۔۵۵۔

اوس وخزرج کے قبائل سے ملاقاتیں

ابن اسحاقؒ نے دوسرے عرب قبائل اور ان کے سرداروں سے ملاقاتوں کا سلسلہ بالآخر یثرب کے شیوخ و سادات سے انفرادی زیارتوں اور دعوتوں سے ملادیا ہے۔ان کا مختصر ذکراوپر آچکا ہے۔ان سے متعلق بعض احادیث وواقعات کا بھی ذکر آیا ہے۔خاص اوس وخزرج کے دو بڑے قبیلوں سے ملاقات نبوی کا واقعہ اجتماعی دعوت وطلبِ نصرت کا ہے۔ان میں سے 'چھ خزرجی نفر' سے ملاقات کو اولیت حاصل ہے۔بالعموم سیرت نگاروں نے ان کو بنوخزرج کے چھ افراد قرار دیا ہے، جب کہ وہ اصلاً ان کے شیوخ و سادات تھے اور حج کے ساتھ قریش سے حلف یا جنگی معاہدہ کرنے کا ایک سیاسی مقصد رکھتے تھے، کیوں کہ ان سے پہلے ان کے حریف اور دشمن قبیلہ اوس کے شیوخ نے ایاس بن معاذ والے وفد میں قریش سے اسی قسم کا معاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ان سے ملاقاتِ نبوی کے دوران بات چیت کا آغاز بہر حال مکالمات کی صورت

میں ہوا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان سے سوال کیا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے خزرج کے نفر ہونے کی بات کہی تو آپؐ نے دوسرا سوال کیا: کیا یہود کے موالی ہو؟ ان کے اثبات میں جواب دینے پر آپؐ نے ان سے بات چیت کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب وہ بیٹھ گئے تو آپؐ نے ان کو اللہ عز وجل کی طرف بلایا، ان پر اسلام پیش کیا اور ان کو قرآن سنایا۔ ان خزرجی شیوخ نے آپ کی دعوت سنی تو جان لیا کہ آپ وہی سچے رسول ہیں جن کی بشارت یہود دیا کرتے تھے اور ان کی مدد سے خزرج کو جلاوطن کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی دعوت قبول کرلی اور اسلام لے آئے'' اس پر حاشیہ حمدی میں ہے کہ البانی نے السیرۃ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔(۲/ ۴۹۔۵۰) اس کے بعد ان چھ خزرجی نفر کے اسماء گرامی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ سب اپنی اپنی قوم، خاندان کے رؤساء وشیوخ تھے۔

بیعت عقبۂ اولیٰ کو بالعموم 'بیعۃ النساءُ' کہا جاتا ہے کہ آپ عورتوں سے ان ہی شرائط پر بیعت فرماتے تھے۔ ابن اسحاقؒ نے شریکِ بیعت صحابی حضرت عبادہ بن صامتؓ سے دوسندوں کے ساتھ دو الگ الگ احادیث نقل کی ہیں، جو الفاظ ومعانی میں قریب قریب یکساں ہیں:

''... فبایعنا رسول اللہ ﷺ علی بیعۃ النساء، <u>وذلک قبل أن تفترض الحرب</u>، علی أن لانشرک باللہ شیأ، ولا نسرق، ولا نزنی ولا نقتل أولادنا، ولا نأتی ببھتان نفتریہ من بین أیدینا وأرجلنا، ولا نعصیہ فی معروف، فان وفیتم فلکم الجنۃ، وان غشیتم من ذلک شیأ فأمرکم الی اللہ عزوجل، ان شاء عذب وان شاء غفر۔''

دوسری حدیث، جو امام زہریؒ کے واسطے سے ہے، اول حدیث میں خط کشیدہ جملہ اور پس منظر نہیں رکھتی ہے اور آخر میں 'وان غشیتم من ذلک شیأ'' مختلف الفاظ رکھتی ہے: ''فأخذتم محدہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ، وان سترتم علیہ الی یوم القیامۃ فأمرکم...'' باقی اول کی طرح خاتمہ رکھتی ہے۔(۲/ ۵۲) اس پر حمدی حاشیہ نہیں ہے۔ ۵۴

مدینہ کی مسجد میں نماز جمعہ

نقیبوں کے نقیب حضرت اسعد بن زرارہ خزرجیؓ نے رسول اکرم ﷺ کی اجازت و تعلیم سے ہجرت سے قبل مدینہ میں نماز جمعہ قائم کی۔ مکی دور نبوی میں اسلامی احکام کے ارتقاء کا یہ ایک باب ہے، جو بتاتا ہے کہ اکثریت والی مسلم آبادی میں نماز جمعہ مع اپنی شرائط کے قائم کی جائے۔ مشرق کے قبیلہ بنو عبدالقیس نے بحرین کی مسجد حواثی میں اور اوس و خزرج نے یثرب کی مسجد میں جو ھزم النبیت نامی علاقے میں تھی اور جو بنو بیاضہ کے حرہ میں تھی، اولاً چالیس نمازیوں کے ساتھ جمعہ قائم کیا۔ اس علاقے و مقام کو نقیع الخضمات کہا جاتا تھا۔ بعد میں اسی جگہ مسجد نبوی تعمیر کی گئی۔ حمدی محقق نے ابن اسحاقؒ کی اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جو امام موصوف سے محمد بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف نے اپنے والد ماجد سے اور انہوں نے صحابی جلیل حضرت کعب بن مالک خزرجیؓ کے فرزند عبدالرحمن سے روایت کی تھی۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ بعد کے زمانے میں جب بھی حضرت کعب بن مالکؓ اذانِ جمعہ سنتے تو حضرت اسعد بن زرارہؓ پر درود بھیجتے اور ان کے لیے استغفار کرتے۔ فرزند گرامی نے پدر مکرم سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ ہی تھے جنہوں نے اول اول اس مقام و مسجد پر نماز جمعہ قائم کی تھی۔ (۲ / ۵۳) ۵۷۔

دوسری یا آخری بیعت عقبہ

تاریخی ترتیب سے ابن اسحاقؒ نے آخری بیعتِ عقبہ، جسے بعض دوسری اور بعض تیسری قرار دیتے ہیں، کے بارے میں کئی احادیث نقل کی ہیں۔ حسب دستور وہ فریقین یا شرکاء کے مکالمات اور رسول اکرم ﷺ کے کلمات عالیہ کے ساتھ راویان کرام کے بیانات کے متون بھی رکھتی ہیں۔ ان سب کی تفصیل طولِ کلام کا باعث ہوگی، لہٰذا بیانات و مکالمات کا پس منظر و خلاصہ بیان کر کے خالص احادیث کے متون پر توجہ مرکوز رکھی جائے گی۔

حضرت براء بن معرور خزرجیؓ کا قبلہ

ابن اسحاقؒ نے اپنی سند سے یہ طویل حدیث بیان کی ہے: ابن اسحاق سے معبد بن کعب بن مالک بن ابی کعب بن القین بنوسلمہ نے اپنے بھائی عبداللہ بن کعب سے بیان کیا، (وہ انصار کے عالم تھے) کہ ان کے والد حضرت کعب بن مالکؓ نے ان سے اسے روایت کیا۔ حضرت کعب بن مالکؓ آخری بیعت میں شریک و شاہد تھے۔ ان کے قومی وفد حجاج میں ان کے سردار حضرت براء بن معرور بھی تھے: دوران سفر ہم اپنی تمام نمازیں شام کی طرف اور حضرت براء بن معرورؓ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے کہ ان کے نزدیک وہی اصل قبلہ تھا اور ان کا محبوب بھی۔ مکہ مکرمہ آکر بھی انہوں نے اپنے اس عمل کو جاری رکھا۔ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے ملاقات حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کے ساتھ مسجد حرام میں کی۔ آپ نے ان کے سلام کے جواب کے بعد حضرت عباسؓ سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا: ''کیا آپ ان دونوں کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: '' ہاں۔ یہ سید قوم البراء بن معرور ہیں اور یہ کعب بن مالک ہیں۔'' موخرالذکر صحابی اور راوی حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کا قول 'آلشاعر؟' میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعبؓ نے اثبات میں جواب دے کر حضرت براء بن معرورؓ کے قبلہ/ کعبہ اختیار کرنے کے بارے میں آپ کو بتایا تو آپ نے حضرت برائؓ کو نصیحت فرمائی: ''**قد کنت علی قبلۃ لو صبرت علیھا**'' (مرا قبلہ دوسرا ہے۔ کاش تم اسے اختیار کیے رہتے۔) حضرت برائؓ نے قبلۃ الرسول کی طرف رجوع کرلیا۔ ان کے گھر والوں کا خیال غلط ہے کہ وہ مرتے دم تک کعبہ کو قبلہ بنائے رہے۔ (۲/ ۵۵-۵۶) اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔ ۵۸؎

بیعۃ الحرب اور تقرریٔ نقباء

مقررہ وقت و مقام پر اوس و خزرج کے مسلم نمائندوں کا پچھتر (۷۵) نفری وفد

رسول اکرم ﷺ سے ملا اور آپؐ نے ان سے خطاب میں ان کو پھر اللہ کی طرف بلایا، اسلام کی ترغیب دی اور قرآن سنایا۔ حضرت براء بن معرورؓ نے آپ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، ہم آپ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ یارسول اللہ! ہم سے بیعت کیجیے اور ہم تو اللہ کی قسم، جنگوں کے فرزند (أبناءالحروب) اور ہتھیار بند (أهل الحلقة) ہیں اور ان کو نسل درنسل وراثت میں پاتے رہے ہیں۔ حضرت ابوالھیثم بن التیہانؓ نے درمیان میں بات کاٹ کر خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ آپ جب غالب ہو جائیں تو اپنی قوم کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں (یہودی حلیفوں کے رحم و کرم پر) چھوڑ دیں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا: ''بل الدم الدم، والهدم الهدم، أنا منكم وأنتم مني، أحارب من حاربتم وأسالم من سالمتم''۔ پھر حضرت کعبؓ کے مطابق آپ نے ان میں سے بارہ نقباء کو متعین کرنے کو فرمایا: ''اخرجوا إليّ منكم اثني عشر نقيباً ليكونوا على قومهم بما فيهم ...'' ۵۹؎

بیعۃ الحرب کے بعد شیطان کی چیخ

حضرت کعبؓ کی مذکورہ بالا حدیث بیعتِ آخرہ میں دو اور باتیں ہیں: ایک یہ کہ سب سے پہلے دستِ نبوی پر حضرت براء بن معرورؓ نے بیعت کی۔ دوسری بقول ان کے ہم نے راس العقبہ پر ایک خوف ناک آواز سنی، جو ہم نے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: يا أهل الجباجب والجبابب! المنازل، هل لكم في مذمم والحياة معه، قد اجتمعوا على حربكم؟ قال، فقال رسول الله ﷺ: ''هذا ازب العقبة، هذا ابن ازيب''۔ پھر آپ نے تمام بیعت کرنے والوں کو ان کے ڈیرے پر واپس جانے کا حکم دیا۔ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے عرض کیا: اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ ٹوٹ پڑیں۔ آپ نے فرمایا: ہم کو اس کا حکم نہیں ملا۔ اپنے ڈیروں کو واپس جاؤ۔ ان احادیث پر حمدی حاشیے نہیں ہیں۔ (۲/ ۶۰۔ ۶۱) ۶۰؎

بیعۃ الحرب کی دوسری حدیث

امام ابن اسحاقؒ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے بیعتِ حرب کی دوسری حدیث نقل کی ہے: ''بایعنا رسول اللہ ﷺ بیعۃ الحرب... **علی السمع والطاعۃ فی عسرنا و یسرنا و منشطنا ومکرھنا، وأثرۃ علینا، وأن لا ننازع الأمر أھلہ، وأن نقول بالحق أینما کنا، لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم**۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے: صحیح بخاری: ۷۱۹۹، ۷۲۰۰، صحیح مسلم: ۳/۱۴۷۱۔۶۱۔

بیعت عقبہ آخرہ میں دو خواتین کی شرکت

تہتر (۷۳) مردوں کے ساتھ دو (۲) عورتوں کے بیعت عقبہ آخرہ میں شمولیت کا معاملہ خاصا پیچیدہ ہے۔ محدثین واہل سیرت نے اس پر کافی بحث کی ہے۔ ابن اسحاقؒ نے فہرستِ شرکاء کے اواخر میں بیان کیا ہے کہ لوگوں کا گمان ہے (**یزعمون**) کہ ان دونوں سے بھی آپ نے بیعت کی تھی، جب کہ آپ خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ ان سے بیعت لیتے اور جب وہ اقرار کرتیں تو فرماتے: جاؤ، میں نے تم سے بیعت کرلی۔ ان میں سے ایک بنو مازن بن النجار/خزرج کی حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمروؓ اور دوسری بنو سلمہ کی حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو بن عدیؓ تھیں۔ (۲/۷۰) ۶۲۔

مکی دور میں حکمِ قتال کا نزول

عام خیال یہ ہے کہ قتال و جہاد کی اجازت مدنی دور میں ملی تھی اور اس کے لیے سورۂ حج کی آیات: ۳۹۔۴۱ سے استشہاد و استدلال کیا جاتا ہے۔ بعض مفکرینِ اسلام نے سورۂ حج کے مضامین کی بنا پر اس کے اول حصہ کو مکی اور **أذن للذین یقتلون بانھم ظلموا الخ** سے آخر تک کو مدنی قرار دیا ہے۔ انہوں نے صرف ایک قسم کی روایت پر بھروسہ کیا ہے۔ دوسری قسم کی روایات میں سورۂ حج کو مکی بتایا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے '**نزول الأمر لرسول اللہ ﷺ فی القتال**' کے عنوان سے اس بحث کا آغاز بسملہ سے کیا ہے، جو اسے الگ جزوِ سیرت بناتا ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاقؒ کی روایتِ زیاد بکائی کی بنیاد پر بتایا ہے کہ

بیعت سے قبل آپ کو جنگ کی اجازت دی گئی تھی نہ خون حلال کیا گیا تھا، آپ کو صرف دعا، صبر اور درگزر کا حکم دیا گیا تھا، لیکن جب قریش کے مظالم بڑھے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو قتال اور ظلم کرنے والوں پر دست درازی اور ان سے انتقام لینے کی اجازت دی۔ اس کے بعد حضرت عروہ بن زبیرؒ وغیرہ دوسرے علماء سے ان آیات کا ذکر کیا ہے اور بعد میں سورۂ بقرہ:۱۳۹ کے نزول کا (۲/ ۷۰۔۷۱)۶۳۔

صحابہ کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت

ابن اسحاقؒ نے اس عنوان کے تحت صراحت سے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جنگ کی اجازت دی اور انصار کے اس قبیلہ نے اسلام، آپؐ کی اور آپؐ کے صحابہ کی نصرت پر بیعت کر لی اور ان کو اپنے شہر میں پناہ دینے کا وعدہ کر لیا تو آپؐ نے ان کو ہجرت مدینہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ''**إن الله عز و جل قد جعل لكم إخواناً و داراً تأمنون بها**'' (اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھائی پیدا کر دیے ہیں اور تمہارے لیے ایک وطن بنا دیا ہے، جہاں تم امن کے ساتھ رہ سکتے ہو۔ تب وہ ایک ایک کر کے روانہ ہو گئے... (۲/ ۷۱) اس پر حمدی حاشیہ وتخریج حدیث نہیں ہے۔ ۶۴۔

ہجرتِ حضرت عمرؓ

دوسرے صحابہ کرام کی ہجرت کی روایات پر حمدی حاشیہ نہیں ہے، لیکن حضرت عمرؓ اور ان کے رفیق حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ کی ہجرت کے قصہ پر ہے کہ یہ قصہ یا اس کی اسناد صحیح ہے، سوائے آخری فقرہ کے کہ اس کی اسناد منقطع ہے۔ (۲/ ۷۵۔۷۶)

ہجرتِ حضرت صہیبؓ

ابن اسحاقؒ نے '**منازل المهاجرين بالمدينة**' کے عنوان سے مختلف مکی مہاجروں کی ہجرت اور مدینہ میں ان کی قیام گاہوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت صہیب بن سنان رومیؓ نے ہجرت کی تو بعض اکابر مکہ نے ان کو راستہ میں روک لیا اور کہا: ''تم ہمارے پاس آئے تھے تو

فقیر تھے۔ یہاں ہمارے درمیان رہ کر تم نے اتنا مال کما لیا ہے...'' حضرت صہیبؓ نے اپنا سارا مال ان کے حوالے کر دیا کہ وہ انہیں ہجرت سے نہ روکیں۔ رسول اکرم ﷺ کو مکہ میں خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''ربح صہیب، ربح صہیب''۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے، مگر مرسل ہے اور امام حاکم (۳/ ۳۹۸) اور طبرانی نے المعجم (۶/ ۶۰) میں اس کو موصول نقل کیا ہے (۲/ ۷۷۔ ۷۸)۶۵۔

نبوی ہجرتِ مدینہ

عام سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ ہجرتِ صحابہ کرام کے بعد صرف دو چار مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، لیکن محققین کے مطابق مکہ میں ان کی تعداد کافی تھی۔ ابن اسحاقؒ نے ان کی تعداد اور طبقات کا ذکر کیا ہے اور متعدد صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کا ذکر ان کے سوانحی خاکوں اور تراجم وغیرہ میں ملتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ سے متعلق متعدد احادیث سیرت ابن اسحاق میں ہیں اور ان کا تعلق آپ کی ذات والاصفات کے علاوہ صحابہ کرام سے بھی ہے اور کئی واقعات واحوال سے بھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارادۂ ہجرت

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ اکثر صحابہ کرام کی ہجرتِ مدینہ کے بعد مکہ مکرمہ میں رہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے بارہا ہجرت کی اجازت مانگی، لیکن آپ ہر بار ان سے فرماتے: ''جلدی نہ کرو، شاید اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایک ساتھی مہیا کر دے۔'' حضرت ابوبکرؓ خواہش کرتے کہ وہ صاحب آپ ہی ہوں گے۔ اس پر حاشیۂ حمدی ہے، جس کے مطابق علامہ البانیؒ نے السیرۃ میں لکھا ہے کہ اس کو ابن اسحاق نے بلا سند روایت کیا ہے، لیکن اس کے معنیٰ کی تخریج امام بخاری (۷/ ۱۸۳۔۱۹۷) کی حدیث حضرت عائشہؓ میں ہے، جو ہجرت نبوی کے باب میں ہے اور اس کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے (۶/ ۱۹۸)۔ سیرت ابن اسحاق (۲/ ۹۷ اور ۸۲)۶۶۔

ہجرت کی رات بسترِ نبوی پر حضرت علیؓ

شبِ ہجرت قریش نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کرلیا۔اس پورے قصہ کو ابن اسحاقؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔اس میں مختلف اکابرِ قریش کی تجاویز اور شیخ نجدی کی صورت میں ابلیس لعین کی مکاری بھری تدبیر کا ذکر ہے۔ بال آخر دارالندوہ کا یہ اجتماع قومی فیصلہ پر تمام ہوا۔اس کے مطابق اکابرِ قریش نے رات میں آپ کا گھر گھیرلیا۔ ان کا اجتماع دیکھ کر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:''میرے بستر پر میری یہ سبز حضرمی چادر اوڑھ کر سوجاؤ،تم کو ان سے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔'' وہ آپ کی ہدایت کے مطابق سو گئے اور آپ اپنے دست مبارک سے مٹھی بھر خاک گھیراؤ کرنے والے اکابرِ قریش کے منہ پر پھینکتے اور سورۂ یٰس پڑھتے ہوئے نکل گئے اور وہ لوگ آپ کو نہ دیکھ سکے۔صبح کو جب حضرت علیؓ بستر سے اٹھے تو ان کو اپنے مخبر کی خبر صحیح معلوم ہوئی۔(۲/ ۹۷۔۸۱)۶۷

ہجرتِ نبوی کی اجازتِ الٰہی اور تیاری

تقدیم وتاخیرِ واقعات کی ایک مثال یہ ہے کہ ابن اسحاق نے اوران کی پیروی میں دوسرے سیرت نگاروں نے شبِ ہجرت کا واقعہ اورآپ کا نکلنا پہلے بیان کیا ہے اور ہجرتِ مدینہ کی اجازتِ ربانی اور آپؐ کی تیاری کے واقعات و روایات کو بعد میں نقل کیا ہے۔سیرت ابن اسحاق میں اس کا عنوان یہ ہے:''حدیث الهجرة الى المدينة''۔ابن اسحاقؒ نے اپنے معتبر راویوں کی حدیث ہجرت بیان کی ہے، جو حضرت عروہ بن زبیرؒ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ دن کے دونوں اطراف، یعنی صبح وشام میں کسی وقت، حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لانے میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے۔جس دن آپؐ کو ہجرت کی اجازتِ الٰہی ملی، آپ ہمارے پاس سخت دوپہر کے وقت تشریف لائے، جب کہ آپ اس وقت نہیں آیا کرتے تھے۔آپ کی تشریف آوری پر حضرت ابوبکرؓ اپنے تخت سے اٹھ گئے اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔اس وقت ابوبکرؓ کے پاس میرے اور میری بہن اسمائؓ کے

سوا اور کوئی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے ہجرت کی اجازت مرحمت کردی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: شرفِ صحبت ملے گا؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرطِ مسرت سے رو پڑے اور کمسن عائشہؓ کو پہلی بار ادراک ہوا کہ خوشی میں رویا بھی جاتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اس سفر کے لیے میں نے یہ دو سواریاں تیار کی ہیں، یارسول اللہ؟ اور انہوں نے عبداللہ بن ارقط دئلی/ بنوالدئل بن بکر کو اجرت پر لیا۔ اس کی ماں بنوسہم/ قریش سے تھی اور وہ مشرک تھا۔ وہ بطور راہ بر و دلیل اجرت پر لیا گیا تھا۔ دونوں (صاحبین) نے اپنی سواریاں اس کے سپرد کردیں کہ ان کو چرائے اور وقتِ مقررہ اور مقام مقررہ پر ان کو لے آئے۔ (۲ / ۸۲۔ ۸۳) حمدی حاشیہ میں ہے کہ اس کی تخریج ابن جریر (۲ /۱۰۱۔ ۱۰۳) اور ابن ابی حاتم نے جرح و تعدیل (۳/ ۲/۱۷ ۳) میں کی ہے اور البانیؒ نے فقہ السیرۃ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۶۸؎

غارِ ثور میں

رسول اللہ ﷺ نے جب نکلنے کا فیصلہ کیا تو ابوبکر صدیقؓ کے پاس تشریف لائے اور دونوں حضرات ابوبکر صدیقؓ کے گھر کے پچھواڑے بنے دریچے/ روشن دان (خوخۃ) سے نکلے اور غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے فرزند عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کی باتوں کی خبریں انھیں شام کو پہنچایا کریں، اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا کہ ان کے مویشیوں کو چرایا کریں اور شام کو غار میں ان کا دودھ پہنچایا کریں۔ حضرت اسمائؓ شام ڈھلے ان دونوں کے لیے موزوں کھانا پہنچاتی تھیں۔ تین دن تک آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار میں مقیم رہے۔ (۲ / ۸۳) بلا حاشیہ حمدی۔ ۶۹؎

غارِ ثور سے روانگی

تین دنوں کی کھوج اور تلاش و جستجو کے بعد قریشی اکابر مایوس ہوکر بیٹھ رہے کہ آپ ان کے چنگل سے نکل گئے، البتہ انہوں نے آپ کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ کے انعام کا اعلان کردیا۔ جب حالات پر سکون ہوگئے تو ان کا دلیل و راہ بر ان کی

سواریاں لے کر اپنے اونٹ کے ساتھ مقررہ مقام پر پہنچ گیا اور حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ان دونوں صاحبانِ ہجرت اور ان کے ساتھیوں کے لیے زاد راہ ایک توشہ دان میں لائیں، لیکن اس کی رسی بھول گئیں۔ جب مسافرانِ مدینہ سواریوں پر بیٹھے تو حضرت اسمائؓ نے زادِ راہ کا تھیلا ان کے اونٹ سے باندھنا چاہا، مگر اس کی رسی نہ تھی، لہٰذا اپنی کمر کا پٹکہ باندھ دیا اور سواری سے لٹکا دیا۔ اسی وجہ سے ان کو 'ذات النطاق' کا خطاب دیا گیا۔ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ ان کو 'ذات النطاقین' کا خطاب دیا گیا تھا (۲/ ۸۳۔ ۸۴) حمدی حاشیہ ہے کہ صحیح البخاری (۳۹۰۷) ملاحظہ ہو۔ ۷۰ ۔

سواری کا معاملہ

ابن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے دونوں سواریاں رسول اللہ ﷺ کو پیش کیں تو آپ کے سامنے بہترین ناقہ پیش کی اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، سوار ہوجائیے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسے اونٹ پر کیسے سوار ہوسکتا ہوں جو میرا نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسے ہدیہ کیا، لیکن آپ نے اسے اس کی قیمت پر خرید لیا۔ آپ دونوں چلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو اپنے پیچھے بٹھالیا، تاکہ وہ ان دونوں کی خدمت کریں۔ (۲/ ۸۴) حمدی حاشیہ میں صحیح بخاری کی حدیث (۲۲۶۳) کا حوالہ ہے۔ ۷۱ ۔

حضرت اسمائؓ پر ابوجہل کا ظلم

ابن اسحاقؒ نے صیغۂ مجہول میں بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بن ابی بکرؓ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو قریش کے کچھ لوگ ہمارے گھر آئے۔ ان میں ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت اسمائؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے لاعلمی کا اظہار کرنے پر ابوجہل نے اس زور کا تھپڑ میرے منہ پر مارا کہ میرے کان کا بالا نکل گیا۔ وہ سخت خبیث اور ظالم تھا۔ (۲/ ۸۴) بلا حاشیۂ محقق ۔ ۷۲ ۔

ہاتفِ جنّی کی خبرِ ہجرت

حضرت اسمائؓ کا اسی روایت میں مزید بیان ہے کہ قریش کے لوگوں کے چلے جانے کے تین راتوں تک ہم اس حال میں رہے کہ یہ نہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں؟ پھر چاروں مسافروں اور مہاجروں کا نام لیا ہے۔ ابن ہشام نے صراحت کی ہے کہ دلیل کا نام عبداللہ بن اریقط بھی بتایا جاتا ہے۔ (۲ / ۸۵) اس پر حاشیہ حمدی یہ ہے کہ علامہ البانیؒ نے اس روایت کی تحسین کی ہے، یعنی اسے حسن بتایا ہے اور امام احمد نے اسے موصولاً نقل کیا ہے (۲ /۹ ـ ۱۰) امام ہیثمی کے مطابق (۶ / ۵۸) اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، لیکن ان کی سند کی جماعت کو میں نہیں جانتا۔ اس حدیث کے دو دوسرے طریق ہیں، جو ابن کثیر کی البدایۃ (۳ / ۱۹۲ ـ ۱۹۴) میں ہیں۔ اس طرح یہ روایت ان تمام طرق کی بنا پر رتبۂ حسن سے فروتر نہیں ہے۔ ۷۳؎

ہجرت کے بعد خاندانِ ابوبکرؓ کا حال

ابن اسحاقؒ نے اپنی سند متصل سے حضرت اسماء بن ابی بکر صدیقؓ سے ایک روایت اور بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے وقت اپنی ساری نقد رقم ، جو پانچ چھ ہزار درہم تھی ، ساتھ لے گئے ۔ ہمارے نابینا دادا ابوقحافہؓ میرے پاس آئے اور تشویش ظاہر کی کہ ابوبکر سارا مال لے گئے، مگر میں نے ان کو تسلی دی کہ نہیں، وہ ہمارے لیے کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔ میں نے طاق (کوۃ) میں پتھر رکھ کر ان کو ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر ان پر رکھا تو ان کو تسلی ہوگئی۔ کہا کہ ابوبکرؓ کافی مال چھوڑ گئے ہیں۔ (۲ / ۸۵ ـ ۸۶) اس پر محقق حمدی کا حاشیہ یہ ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور وہ مسند احمد (۶ / ۳۵۰) میں ہے۔ ۷۴؎

حضرت سراقہ بن مالکؓ کا تعاقب

ابن اسحاقؒ نے امام زہریؒ سے ان کی سند متصل سے حضرت سراقہؓ سے ہی

ان کے تعاقب کی روایت نقل کی ہے۔ وہ طویل روایت ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ حضرت سراقہؓ نے قریش کے اعلان کردہ گراں قدر انعام کے لالچ میں آپؐ کے قافلۂ ہجرت کا تعاقب کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ معجزاتی طور سے گھوڑے کے پیر بار بار دھنستے رہے، حالاں کہ زمین سخت تھی اور غبارِ راہ نے بھی راہ کھوٹی کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی حفاظت کا انتظام ہے اور یہ بھی جان لیا کہ آپ سچے نبی و رسول ہیں۔ میں نے بات کرنے کی التجا کی تو قافلۂ نبوی ٹھہر گیا۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: اس سے پوچھو کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ میرے لیے ایک تحریر لکھ دیں کہ وہ آپ کے اور میرے درمیان نشانی بن جائے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو تحریر لکھ دینے کی ہدایت کی۔ انھوں نے ایک ہڈی یا رقعہ یا خزفہ پر تحریر لکھ کر مجھے دے دی اور میں نے اس کو لے کر اپنے ترکش میں رکھ لیا اور لوٹ آیا۔

بعد کا حصۂ روایت غزواتِ حنین و طائف کے بعد حضرت سراقہؓ کے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرنے اور اسلام لانے کا ہے اور اس میں دوسری احادیث ہیں۔ (۲ / ۸۶۔ ۸۷) اس میں دو حاشیے ہیں: اول میں ہے کہ ہیثمی نے المجمع (۶ / ۵۴) میں کہا ہے کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں یعقوب بن حمید بن کاسب ہے، جسے امام ابن حبانؒ وغیرہ نے ثقہ کہا ہے، مگر ابوحاتم وغیرہ نے ضعیف بتایا ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔ دوسرے میں ہیثمی کی المجمع (۳ / ۱۳۱) کا حوالہ ہے کہ ان کے مطابق اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے سب رجال (راوی) ثقات ہیں۔ ۷۵؎

حدیث بخاری (۳۹۰۵) سے حدیث ابن اسحاقؒ کے موازنے سے کافی دل چسپ حقائق اور معلومات ملتی ہیں، جو دونوں میں یکساں ہیں اور مختلف بھی: (۱) ابن اسحاق کی طرح بخاری کی حدیث حضرت عروہؒ کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ (۲) بیت ابوبکرؓ میں صبح و شام دونوں وقت روزانہ آمد نبوی کا ذکر ہے۔ (۳) حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ اور ابن الدغنہ کی جوار میں ان کی واپسی کا واقعہ کافی تفصیل سے آیا ہے۔ (۴) رسول اکرم ﷺ کے دارِ ہجرت کے خواب کا ذکر ہے اور

مہاجرین حبشہ کی مکہ واپسی کو ہجرتِ مدینہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ (۵) حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ ہجرت کرنے کی تیاری کی تو آپ نے ان کو روک دیا کہ اذنِ الٰہی کی امید ہے۔(۶) ہجرت کے اذنِ الٰہی کے بعد سخت دوپہر میں معمول کے خلاف آمدِ نبوی اور دوسری باتوں کا ذکر ابن اسحاق کے حدیث کے مماثل ہے۔ (۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دو سواریوں میں سے ایک پیش کی تو آپ نے اس کی قیمت ادا کر کے اسے قبول کیا۔ (۸) دونوں مہاجروں کا زادِ راہ تیز رفتاری سے تیار کیا گیا۔ (۹) ایک تھیلے میں وہ رکھا گیا اور حضرت اسمائؓ نے اپنی نطاق کا ایک حصہ (قطعہ) کاٹ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اس بنا پر 'ذات النطاق' کا لقب دیا گیا۔(۱۰) غارِ ثور میں تین دنوں تک مستور رہنے اور حضرات عبداللہ بن ابی بکر، عامر بن فہیرہ اور اسمائؓ کی خدمات کا یکساں ذکر ہے اور ان کی ہوشیاری، طریقہ اور صفات کا بیان زیادہ ہے۔ (۱۱) بنو دیل کے ایک شخص کو بطور دلیل/ راہ بر اجرت پر لینے کا ذکر ہے، اگرچہ اس کا نام نہیں لیا گیا۔ (۱۲) تین راتوں کے بعد دلیل اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کے ساتھ سواحل کے طریق پر سفر ہجرت شروع ہوا اور یہی آخری نکتۂ بخاری ہے۔(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی شرح فتح الباری (۷/ ۲۸۹۔ ۲۹۷) میں بہت مفصل کلام کیا ہے اور مآخذ کا ذکر بھی کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

ابن اسحاقؒ نے اپنی کتابِ سیرت میں بلاشبہ بہت سی روایات واحادیث بلا سند دی ہیں کہ ان کی اسناد کا سلسلہ ہی نہ تھا۔ ان میں جاہلی دور کے قصے، واقعات، حوادث اور روایات شامل ہیں۔ مکی دورِ نبوی، خاص کر قبلِ بعثت کی روایات واحادیث کا بھی قریب قریب یہی معاملہ ہے۔ ان کا ایک خاص طریق اسناد 'بلاغت' ہے۔ جب وہ اپنے پیش روؤں، معاصرین اور متاخرین میں سے متعدد امامانِ سیرت و حدیث کی طرح '**فیما بلغنی**' کہہ کر نقل کرتے ہیں۔ امام مالک بن انسؒ جیسے عبقری مؤلف اور صاحب مؤطا کی 'بلاغیات' کا باب بہت وسیع ہے اور ان پر بھی قاصرینِ فن نے نقد و جرح کیا ہے، حالاں کہ

امام دارمیؒ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور دوسرے امامانِ حدیث ان کی تمام 'بلاغیات' کو موصول و مرفوع تسلیم کرتے ہیں، کیوں کہ انہوں نے ان کی اسانید تلاش کی ہیں۔ ابن اسحاقؒ کا ایک اور طریقِ اسناد یہ ہے کہ وہ اپنے معتبر اور ثقہ رواۃ سے یا اہل علم سے روایات نقل کرتے ہیں اور 'حدثنی بعض اھل العلم' (۱/ ۱۱۳، ۱۶۰۸۳۸) 'فیما ذکر لی' (۱/ ۱۲۳، ۱۸۹) 'وحدثنی بعض من یروی الحدیث' (۱/ ۱۳۰) یا صیغہ مجہول میں 'حُدِّثت' (۱/ ۱۴۹۔۱۵۱) 'فیما بلغنی' (۱/ ۱۵۳، ۱۶۳/ ۱۹۰ ابن ہشام) 'وحدثنی من اتق به' (۱/ ۱۷۷: ابن ہشام، ومابعد) جیسے فقرے اور غیر مشخص اسانید بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہی ان کے جامع و مرتب ابن ہشام اور دوسرے علماء سیرت و حدیث بھی کرتے ہیں، لیکن ابن اسحاقؒ قابلِ جرح قرار دیے جاتے ہیں اور دوسرے مؤلفین نقد و جرح سے بچا لیے جاتے ہیں۔ دراصل اس عہد میں یہ تمام طرقِ اسناد معروف و معمول بہ تھے۔

سیرتِ ابن اسحاق میں موجود روایاتِ سیرت اور ان سے زیادہ احادیثِ مکی پر زیادہ نقد و جرح روایتی سندی طور سے کیا گیا ہے۔ زیر بحث و مطالعہ حمدی طباعت ہو یا اور کسی محقق و حاشیہ نگار کی تحقیق، وہ بیش تر مقامات پر اپنی طرف سے یا کسی ماہر فن کے حوالے سے اس کا سندی ضعف ہی بتاتے ہیں۔ محقق و حاشیہ نگار حمدی کی ایسی تمام تعلیقات و حواشی کا ذکر روایاتِ سیرت، خاص کر مکی احادیث کے مطالعۂ خاک سار میں آتا رہا ہے۔ حمدی نے قدیم محدثین اور ناقدین حدیث کے علاوہ عہد جدید کے نقادِ حدیث امام ناصر الدین البانیؒ کے حوالے سے بیش تر مقامات پر کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ وہ شاذ و نادر ہی درایتی لحاظ سے یا متون حدیث و روایت کی بنا پر نقد و جرح کرتے ہیں۔ متنی تجزیاتی بحث سے ان کو دوسروں کی طرح سرے سے واسطہ نہیں۔ چند مقامات پر امام البانی وغیرہ کے حوالے سے بعض احادیثِ مکی کے بارے میں انھوں نے اپنے حواشی میں یہ ضرور کہا ہے کہ وہ معناً صحیح ہیں۔ ان کا اور بہت سے دوسرے ناقدینِ فن کا، جن میں امام البانی بھی شامل ہیں، نقد و جرح کا ایک انداز یہ ہے کہ وہ ابن اسحاق کے الفاظ میں تو صحیح نہیں ہے، لیکن فلاں صحابی/ راوی کی حدیث کے الفاظ سے صحیح ہے، حالاں کہ ان دونوں زیر بحث احادیث میں صرف چند الفاظ و عبارات

کا فرق پایا جاتا ہے۔ یہ خالص لفظی اختلاف کا معاملہ ہے۔ الفاظ و عبارات کا اختلاف، بسا اوقات شدید اختلافات تو احادیثِ صحاح میں بھی پائے جاتے ہیں۔

مکی احادیثِ سیرت ابن اسحاق کی صحت وثقاہت کا ایک پیمانہ تقابل ہے کہ ان کی بیش تر احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ محقق و حاشیہ نگار حمدی نے اور بعض دوسرے مرتبینِ سیرت نے اپنے حواشی و تعلیقات میں امامانِ حدیث کی روایات سے ان کے استناد کی توثیق کی ہے۔ ان میں صحیحین کے علاوہ متعدد دوسری صحاح سے اور سنن ومسانید سے بھی الگ الگ روایات ابن اسحاق کی تصدیق و اثبات مختلف مکی ابواب میں کیا ہے۔ ابن اسحاق کی مسند روایات و احادیث کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی ہے کہ ان کی بہت سی احادیث صحیح بخاری میں ان ہی جیسی سند رکھتی ہیں۔ سیرت ابن اسحاق کی روایتِ زیاد بکائی اور اس کے جامع ابن ہشام کی تہذیب وتلخیص میں مکی احادیث کا ایک قابل افتخار ذخیرہ موجود ہے۔ دوسری روایاتِ یونس بن بکیر وسلمہ بن فضل الابرش وغیرہ میں بھی بعض مکی احادیث کا مجموعہ مستزاد ہے اور وہ سیرت ابن اسحاق کی حدیثی قدر و قیمت بڑھاتا ہے۔ خاص احادیثِ نبوی کے علاوہ امام البانی وغیرہ نے سیرت نبوی کے قصوں اور روایات کا بھی ذکر کرکے کتب حدیث وسیرت سے ان کا تقابل کیا ہے۔ ان سب کے مجموعی تنقیدی تجزیے وتحلیل سے واضح ہوتا ہے کہ ابن اسحاقؒ کی سیرت محض اہل سیر کی روایات پر مبنی نہیں ہے، جیسا کہ عام علماء کا خیال ہے، بلکہ اس میں بہت سی ایسی احادیث کا خلاصہ اور معنی مختلف واقعاتِ سیرت کے باب میں ملتا ہے، جو کتبِ حدیث میں مختلف ابواب میں اپنے انداز سے آئی ہیں۔ محققینِ سیرت ابن اسحاق اور ناقدینِ حدیث وتاریخ نے بالعموم اور امام البانیؒ نے صحیح احادیث میں ان کے معانی ہونے اور ان کے صحیح ہونے کی حقیقت بیان کی ہے۔ محدثین کرام اور شارحین حدیث نے اسی بنا پر لفظِ حدیث اور معنی حدیث میں فرق کیا ہے۔ محدثین بالعموم لفظ حدیث کو لازم پکڑتے ہیں اور اسی کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ سیرت ابن اسحاق کی متعدد احادیث کے باب میں البانی اور حمدی نے ابن اسحاقؒ کے لفظ پر متاخر محدثین کے لفظ کو ترجیح دے کر اس کی تصحیح کی ہے، البتہ بعض مقامات پر ان کو اعتراف کرنا پڑا کہ حدیث وسیرت ابن اسحاق معناً صحیح ہے۔ بسا اوقات انھوں نے اس

کے معانی بخاری میں بھی تلاش کیے ہیں۔شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے متعدد پیش رو ناقدینِ حدیث وسیرت نے اس بنا پر درایتی لحاظ سے متون حدیث کی جانچ کی اور ان کو معانی کے لحاظ سے صحیح بتایا ہے۔محض اسناد کے سقم یا ضعف کی بنا پر متنِ حدیث کو ضعیف قرار دینا طریقِ محدثین کا جبرِ فن تو ہوسکتا ہے، ورنہ صرف وہی طریقہ تنقید وتجزیہ کا نہیں ہے۔

بلاشبہ سیرت ابن اسحاق میں ایک نہیں، متعدد احادیث وروایات ضعیف ہی نہیں، موضوع بھی نظر آتی ہیں۔اس کے مختلف اسباب ہیں، جیسے بنو ہاشم کی طرف ان کا خاص میلان، خلافت کے ادوار کے اختلافات کا اثر، مزعومہ روایات کو قبول کر کے بیان کردینے کی عام جبلّت اور تنقیدِ روایات میں تسامح وغیرہ۔ان سب کے باوجود ابنِ اسحاق کی سیرت کی احادیثِ مکی صحیح تر ہیں۔حیرت ہوتی ہے کہ ان کی تصحیح واثبات کے لیے مسند احمد، دلائل النبوۃ بیہقی و ابونعیم جیسی فروتر کتبِ حدیث کی احادیث وروایات سے استناد کیا جاتا ہے، جو خود ضعیف روایات کے مجموعے ہیں اور ناقدینِ حدیث نے ان کو تیسرے، بلکہ چوتھے، پانچویں درجے میں رکھا ہے۔سیرتِ ابن اسحاق کی حدیثی منزلت و مقام دراصل صحیح کے بعد ہی آتا ہے کہ امام بخاریؒ جیسا ناقدِ حدیث ان کی کتاب کو اپنا ماخذ بناتا ہے اور ان کی ان احادیث کے شواہد فراہم کرتا ہے، جو کسی سبب سے ابن اسحاقؒ بیان نہیں کرسکے تھے۔صحیح بخاری کی احادیث سے سیرت ابن اسحاق کی احادیث کا موازنہ اس کی رفعت بڑھاتا ہے۔(تمام شد)

حواشی ومراجع

۴۷۔ دوسرے چار مذاق اڑانے والوں کے نام تو ملتے ہیں، مگر ان کے بارے میں احادیث نہیں ہیں۔ اسود بن مطلب اسدی کے نابینا ہونے اور اولاد کے چھوڑنے کا ذکر البانی نے صحیح السیرۃ میں تفصیل سے کیا ہے اور ان مآخذ کے حوالے دیے ہیں: الدرالمنثور، بیہقیؒ کی دلائل النبوۃ (۷/۱۰۷)، طبرانی کی الاوسط۔ابن جریر طبری (۱۴/۷۰) نے اسے مرسل بیان کیا ہے۔

۴۸۔ جمحی خاتون کا نام صفیہ بنت معمر جمحی تھا اور ایسی متعدد خواتینِ قریش ساداتِ ثقیف سے منسوب تھیں۔زبیری، نسب قریش۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے کتابِ خاک سار: قریش وثقیف کے

تعلقات – عہد نبوی میں۔ سہیلی ۲ /۲۳۱ نے اس قصہ اور عجمی عورت سے شکوۂ نبوی کو صحیح قرار دیا ہے۔

۴۹۔ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/ ۱۷۵ و مابعد اور ابن حجر عسقلانی، اصابہ، ترجمہ/سوانحی خاکہ حضرت عداسؓ میں ان کے قبول اسلام کا ذکر ہے۔ نیز سہیلی، ۲ /۲۲۹ و مابعد میں زادالمعاد کا حوالہ ہے۔ ابن سیدالناس نے صحیح بخاری کی حدیث حضرت عائشہؓ سے سفر طائف کے دوران سخت ترین مظالم برداشت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، ذکر الملائکۃ اور صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من أذی المشرکین ۔سفر طائف کا ذکر ہے، اگرچہ باقی احادیث کا نہیں ہے۔

۵۰۔ سیرت ابن اسحاق (۲ / ۴۵) میں یہ دعا بلا سند آئی ہے اور محقق نے اس کی تخریج کی ہے نہ حاشیہ لگایا ہے۔ امام طبرانی نے اپنی کتاب الدعاء اور معجم کبیر میں، امام ابن قیم الجوزیہ نے زاد المعاد میں اور طبریؒ اور ابن کثیرؒ نے اپنی اپنی کتبِ تاریخ میں اس دعا کو نقل کیا ہے۔ ان میں بعض جزوی فرق ہیں، البتہ اصل دعا اور اس کے معانی ایک ہیں۔ سہیلی (۲ /۲۳۱) کی تخریج اور حاشیہ میں کتبِ حدیث کے حوالے ہیں۔

۵۱۔ اس کو صرف روایت کی بنا پر ضعیف قرار دیا گیا ہے اور وہ عین ممکن ہے کہ اتنے بڑے بڑے ماہرین حدیث نے اس کی سند سمجھی، لیکن درایت یا متن کے لحاظ سے وہ قوی حدیث ہے۔ سہیلی (۲/ ۲۳۷۔ ۲۳۸) کا حاشیہ وتخریج یہ ہے کہ امام طبریؒ نے اس حدیث کو اور ابولہب کے واقعہ کو اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ ۱/ ۵۵۵۔ سہیلی (۲ /۲۴۱) نے حضرت طارقؓ کی طرف منسوب ایک حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے آپ کو دو بار دیکھا۔ دونوں بار سوق ذو المجاز میں کہ آپ لوگوں سے فرماتے تھے: ''یا ایھا الناس ، قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا'' اور ابولہب آپ کی تکذیب کرتا۔ اس کی تخریج مسند احمد (۳/ ۴۹۲) دارقطنی (۳ / ۴۵) بیہقی، دلائل (۵ / ۳۸۰) اور الکبریٰ (۱/ ۷۶) طبرانی کبیر (۱/ ۷۶) میں کی گئی ہے اور سیرت ابن اسحاق کی روایت یونس بن بکیر میں بھی موجود ہے۔ طاقت ور قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ اور ان کے شیخ بحیرہ بن فراس عامری کو آپؐ نے دعوت دی تو اس نے کہا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پھر اللہ تعالی آپ کو آپ کے مخالفوں پر غالب کردے تو کیا آپ کے بعد معاملہ ہمارے لیے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ''الأمر الی اللہ یضعہ حیث یشاء'' اس پر کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ (۲ / ۴۷) سہیلی (۲ /۲۳۹۔ ۲۴۰) نے بھی اس پر کوئی حاشیہ نہیں لکھا ہے۔

۵۲۔ اس پورے واقعہ وتتمہ میں سورۂ احزاب: ۴۶ کی تلاوت کا معاملہ عجیب ہے کہ وہ مدنی سورہ ہے۔

سہیلی (۲/ ۲۳۹۔۲۴۱) سید مودودی (۲/ ۶۸۷، ومابعد) نے اسے بنو شیبان بن ثعلبہ سے ملاقات کا واقعہ بتایا ہے اور ابونعیم، حاکم اور بیہقی کے حوالے سے زیادہ تفصیلات دی ہیں اور احادیث وآیات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بیشتر روایات ابن اسحاق کے مماثل ہیں۔ ابن حجرؒ (فتح الباری، ۷/ ۲۷۵) نے مذکورہ بالاتینوں امامانِ حدیث سے حضرت ابن عباسؓ سے اسناد حسن کے ساتھ یہ پوراواقعہ نقل کیا ہے اور حدیث کا متن بھی۔

۵۳۔ سہیلی (۲/ ۲۴۱۔ ۲۴۳) نے طبری، تاریخ (۱/ ۵۵۷) اور کامل (۱/ ۶۰۹) کا حوالہ دیا ہے۔ مجلہ لقمان کی تشریح میں اس کو الصحیفہ بتایا ہے اور ان کے بارے میں یہ صراحت کی ہے کہ وہ اہل ایلہ کے ایک نوبی تھے اور ان کا پورا نام تھا لقمان بن عنقاء بن سرور اور ان کے فرزند کا نام، جن کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے، بقولِ امام زجاج وغیرہ ثاران تھا۔ دوسرے اقوال بھی ہیں۔ وہ بہرحال لقمان بن عاد حمیری نہ تھے۔

۵۴۔ سہیلی (۲/ ۲۴۴) ابوالحیسر کے وفد کے مقصد کے بارے میں ایک مختصر فصل میں لکھا ہے:

وذلک بسبب الحرب التی کانت بین الأوس والخزرج وھی حرب بعاث المذکور لھم فیھا أیام مشھورۃ ھلک فیھا کثیر من صنادید ھم وأشرافھم

۵۵۔ سید مودودی (۲/ ۶۸۶۔۶۸۹) وغیرہ، فتح الباری (۷/ ۲۷۴۔ ۲۷۵) ومابعد نے سوق ذوالمجاز کا واقعۂ ملاقات اور حدیث احمد، بیہقی اور ابن حبان سے نقل کی ہے۔ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے دعوتِ نبوی سنی تو اس نے قبول کر کے اگلے سال آنے کا وعدہ کیا۔ اس واقعہ اور حدیث کو احمد اور اصحاب السنن نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، جو حدیث جابر بن عبداللہ کی وساطت سے ہے اور اس میں پورا متن ہے۔ ان تمام احادیث سے ابن اسحاق کی احادیث کے شواہد فراہم ہوتے ہیں۔

۵۶۔ سہیلی (۲/ ۲۴۶ وماقبل) نے بخاری (۷/ ۱۵۳) کا حوالہ دیا ہے۔ فتح الباری (۷/ ۲۷۳۔ ۲۷۸) میں کئی احادیث ہیں جن میں سے حدیث: ۳۸۹۲ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے، جو امام زہریؒ سے واسطہ سے ہے اور وہ ابن اسحاق کی مانند ہے۔ بخاری کے متن میں کچھ اضافات ہیں اور وہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ہیں۔ ان میں بیعت کرنے والوں سے خطاب کی وجہ سے صیغہ امر ونہی ہے اور بعض جملوں کا بھی فرق ہے۔ حدیث بخاری: ۳۸۹۳ بھی ان ہی صحابی سے مروی ہے اور یکساں سلسلۂ سند رکھتی ہے۔ وہ حضرت عبادہؓ کی زبان بیعت سے ہے اور بعض اختلافات رکھتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں قبائل عرب کو دعوت اور ان سے مطالبۂ نصرت کے واقعات واحادیث مذکورہ بالا کا ذکر کرتے ہوئے

کتب سیرت کے علاوہ بیہقی، احمد، ابن حبان سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔

۵۷۔ اس حدیث کو احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، عبد بن حمید، عبدالرزاق، بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے، جب کہ دارقطنی کی ایک روایت میں ہے کہ ہجرت سے قبل رسول اکرم ﷺ نے اپنے نمائندے اور فرستادے (رسول) حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ایک تحریری حکم بھیجا تھا کہ زوال کے بعد مسلمانوں کو دو رکعات نماز جمعہ پڑھایا کرو۔ سہیلی (۲/ ۲۵۳-۲۵۷) کے مطابق امام ابن اسحاقؒ کی اول روایت ابوداؤد کی حدیث: ۱۰۶۹ کے مطابق ہے۔ ابن حجرؒ (فتح الباری، ۲/ ۴۵۸ و ما بعد) نے عبدالرزاق کی محمد بن سیرین کی مرسل حدیث نقل کر کے اس کا شاہد مذکورہ بالا روایات میں تلاش کیا ہے اور ان کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے اور ابن اسحاق کی توثیق کی ہے۔

۵۸۔ امام احمد بن حنبل، طبرانی اور طبری نے حضرت کعب کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ سہیلی، ۲/ ۲۶۲-۲۶۳، بخاری/ فتح الباری، ۱/ ۳۳۔

۵۹۔ حمدی حاشیہ میں ہے کہ البانی نے السیرۃ میں اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے اور امام احمد (۳/ ۳۶۰-۳۶۲) اور امام طبری نے اپنی تاریخ میں (۲/ ۹۰-۹۳) اس کی تخریج کی ہے، سہیلی (۲/ ۲۶۶ و ما بعد) نے حاکم (۲/ ۶۲۴) کا اضافہ کر کے کہا ہے کہ بیہقی نے کبریٰ (۹/ ۹) میں اور ذہبی نے اس کو صحیح بتایا ہے اور ابن حجرؒ نے فتح الباری (۷/ ۱۷۷) میں اس کو حسن قرار دیا ہے، بخاری/ فتح الباری (۷/ ۲۷۶ و ما بعد) میں حافظ موصوف نے مزید تفصیلات بیان کی ہیں: (۱) ابن اسحاق کی حدیث کعبؓ کو ابن حبان نے صحیح بتایا ہے۔ (۲) رسول اکرم ﷺ کی بیعت کی حدیث کے الفاظ دوسرے ہیں: ''أبايعكم على أن تمنعوني مما تمنعون منه نساءكم وأبناءكم'' (۳) بیعت کے مذکورہ بالا الفاظ کے علاوہ جنگ و صلح کی حدیث کے الفاظ مختصر ہیں۔ (۴) اس میں ابن اسحاقؒ کی روایت عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے نقباء سے فرمایا: ''أنتم كفلاء على قومكم ككفالة الحواريين لعيسى بن مريم'' ان کے علاوہ دوسری تشریحات ہیں جو ابن اسحاقؒ کی روایات کی کامل تصدیق کرتی ہیں۔ ابن اسحاق کی اگلی حدیث میں کفالت والی حدیث کے الفاظ میں یہ اضافہ ہے: أنتم على قومكم بما فيهم كفلاء ككفالة الحواريين لعيسى بن مريم، وانا كفيل على قومي، يعني المسلمين، قالوا نعم''۔ حمدی نے اسے حدیث مرسل کہا ہے۔

سید مودودی (۲/ ۷۰۴) نے مسند احمد و طبرانی سے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی حدیث بیعت کے بارے میں نقل کی ہے اور حاکم، بزار اور بیہقی نے بھی۔ ابن جریر طبری اور ابن ہشام نے عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے ابن اسحاق کی ایک روایت اور بیان کی ہے، جس میں ایک

انصاری شیخ حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہؓ نے ایک تقریر کی تھی جس میں اس بیعت کو تمام دنیا سے جنگ مول لینے کے مترادف قرار دیا تھا اور ان کو دونوں جہانوں کی کامیابی کا یقین دلایا تھا، بشرطے کہ وفادار رہیں۔ آپ نے ان کی وفاداری اور پابندی عہد پر ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ ان کے علاوہ دوسری روایات بھی ہیں۔

۶۰۔ سہیلی (۲/ ۲۷۲۔ ۲۷۳) نے شیطان کی چیخ والی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ احمد (۳/ ۳۹۰) اور ابوداؤد طیالسی (۲/ ۹۳) نے مصنف کے طریق سے روایت کی ہے اور ہیثمی نے مجمع (۶/ ۴۲) میں بھی اس کو امام احمد و طبرانی کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے اور رجال احمد رجال صحیح ہیں، سوائے ابن اسحاق کے، جنہوں نے سماعت کی صراحت کی ہے۔ حضرت عباس بن عبادہؓ کی روایت پر ان کا حاشیہ ہے نہ تشریح۔

۶۱۔ اس پر حمدی حاشیہ یہ ہے کہ صحیح بخاری: ۲۰۰،۷،۱۹۹،۷ اور مسلم (۳/ ۴۱) ملاحظہ ہوں۔ سہیلی (۲/ ۲۸۰) بلا حاشیہ وتخریج۔ ابن حجرؒ (فتح الباری ۷/ ۲۷۶ ومابعد) اس حدیث کے مختلف اور اضافی کلمات امام احمد سے نقل کیے ہیں، جن کی تصحیح امام حاکم وابن حبان نے حدیث حضرت جابرؓ سے کی ہے۔ دوسرے اماموں میں بیہقی، بزار وغیرہ نے بھی اس حدیث کے الفاظ وکلمات نقل کیے ہیں اور ان سب کے معانی یکساں ہیں۔

۶۲۔ آخر میں اس حدیث کی اسناد ابن اسحاق بھی ہے۔ حمدی نے اس پر حاشیہ نہیں لکھا اور ان کے مرتبہ متن میں دوسری صحابیہ کا نام بھی نہیں ہے۔ سہیلی (۲/ ۲۸۸) نے بالکل آخر میں اسناد کے بعد دیا ہے۔ عورتوں کی شمولیت پر بحث بھی ان کے ہاں ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی اس پر بحث ملتی ہے۔ سید مودودی (۲/ ۲۰۷) کے مطابق حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں شرکاء کی تعداد ستر (۷۰) بتائی ہے اور عورتوں کا ذکر نہیں کیا۔ یہی امام احمد اور بیہقی کی احادیث میں ہے، مگر حدیث حضرت کعبؓ میں تفصیل ہے کہ تہتر (۷۳) مردوں میں سے گیارہ (۱۱) اوسی اور باسٹھ (۶۲) خزرجی تھے اور دو (۲) عورتیں۔ ان کا خیال دل چسپ ہے۔ غالباً اس اختلافِ روایات کی وجہ یہ ہے کہ عرب اکثر کسر چھوڑ کر عدد بیان کرتے ہیں اور جماعت میں اکثریت مردوں کی ہو تو اکا دکا عورت کو نظر انداز کر جاتے ہیں، فتح الباری (۲/ ۲۷۷۔ ۲۷۸)۔ لیکن کسر والی توجیہ عذر لنگ ہے۔ روایات واحادیث میں بہت اختلافات ملتے ہیں اور ان میں عدد کا اختلاف بھی شامل ہے۔ اس پر الگ سے بحث کی جا سکتی ہے۔

۶۳۔ سہیلی (۲/ ۲۸۸۔ ۲۸۹) نے ابن ہشام کی روایت بکائی کے خاتمہ کے بعد اس پر تبصرہ ونقد یا تشریح وتخریج نہیں کی ہے۔ اس بحث میں ابن اسحاق کا موقف وبیان بالکل صحیح ہے کہ قتال وجہاد کا

حکم مکی دور میں بیعتِ آخرہ سے قبل دیا گیا تھا۔ اسے علماء نے حکم کی جگہ اذن کہہ کر ہلکا کر دیا ہے۔ اگر اذن و حکم الٰہی نہ ہوتا تو بیعت عقبہ ثانیہ میں بیعۃ الحرب کا انعقاد ہی نہ ہوتا۔ ان کے علاوہ ابن اسحاق اور دوسرے علماء حدیث و تفسیر کے بیانات و روایات بھی وضاحت کرتے ہیں کہ جہاد وقتال کا اذن ربانی مکی دور میں ہی مل چکا تھا۔ اس پر ایک تحقیقی مطالعہ کی ضرورت ہے۔

۶۴۔ سہیلی (۲ /۲۹۰) بھی بلا حاشیہ و تخریج ہے۔ مسند احمد حدیث:۱۹۴۹ مسند ابن عباسؓ میں اذنِ ہجرت ہے۔

۶۵۔ سہیلی (۲ /۳۰۲) نے طبقات ابن سعد (۳/۱/۱۶۲) اور ابن عساکر کی تہذیب (۶ /۴۵۲) کا حوالہ دیا ہے۔ سید مودودی (۲ /۱۶ ۷) نے ابن ہشام و بلاذری کے علاوہ ابن مردویہ اور اسحاق بن راہویہ کی حضرت ابوعثمان النجدی کی روایت بتائی ہے۔ اس کے بعد بیہقی وطبرانی کی روایات نقل کی ہیں، لیکن ان میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان مدنی دور کا بتایا گیا ہے، جو امام ابن اسحاق کی روایت کے خلاف ہے۔ فرمانِ نبوی اصلاً مکی دور کا ہے کہ اس وقت تک آپ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔

۶۶۔ سہیلی (۲ /۳۱۱) نے اس پر حاشیہ نہیں لگایا ہے۔

۶۷۔ اکابر قریش کے مشورہ پر کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کے واقعہ کے بارے میں دو حواشی ہیں: اول ضعیف ہے کہ اس میں ایک راوی مجہول ہے، مگر حدیث بیہقی (دلائل، ۲/ ۴۶۸) اور ابن سعد (۱/ ۲۱۲) میں ہے۔ دوسری حدیث کی سند ضعیف ہے کہ اس میں یزید بن زیاد ہے اور اس لیے کہ محمد بن کعب قرظی تابعین میں سے تھے۔ مودودی (۲/ ۷۲۴) نے زاد المعاد کا بھی حوالہ دیا ہے۔ کتب سیرت کے علاوہ سہیلی (۲ /۳۰۹۔۳۱۰) نے طبقاتِ ابن سعد (۱ /۲۲۷) کے علاوہ عبدالرزاق (۵ /۳۸۹) اور احمد (۱ /۳۴۸) کے حوالے سے اس حدیث کی دوسری شکل (وجہ) کا ذکر کیا ہے۔

۶۸۔ سہیلی (۲ /۳۱۲) نے اس حدیث ابن اسحاق کا موازنہ حدیثِ بخاری (۷ /۱۸۳) سے کیا ہے اور اس کی بہت سی چیزوں اور تفصیلات کی شرح بھی کی ہے، جیسے سواری کی خرید نبوی کی وجہ۔ ناقۂ ہجرت کا نام بقول ابن اسحاق (ابن ہشام کی روایت کے علاوہ) 'الجدعائ' تھا، اور دوسری اونٹنی 'عضبائ' کے بارے میں احادیث، بیہقی، احمد اور بغوی کی شرح السنۃ سے نقل کی ہیں۔

۶۹۔ سہیلی (۲ /۳۱۵۔۳۱۶) نے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے رسول اکرم ﷺ کی دعا والحاح وزاری ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، دارمی، ابن عساکر اور احمد سے روایت کی ہیں۔ اصل واقعاتِ غار ثور پر حدیث ابن اسحاق پر اس میں تشریح نہیں ہے۔

۷۰۔ سہیلی (۲/ ۳۱۵۔۳۱۶) مذکورہ بالا روایات وتشریحات کے علاوہ (۲/ ۳۱۸) صحیح بخاری (۷/ ۱۸۳) اور طبقات ابن سعد (۱/ ۲۲۹) سے ذات النطاق/ذات النطاقین کی حدیث کا حوالہ۔ بخاری/ فتح الباری (۷/ ۲۸۸۔۲۹۹ ومابعد) کی دو احادیث میں ذات النطاق کا تسمیہ ہے، جو حضرات ابن عباسؓ اور عائشہؓ سے: ۳۹۰۵ اور ۳۹۰۷ میں ہے اور موخر الذکر میں حضرت اسمائؓ کی روایت سے ذات النطاقین کا ذکر ہے۔ اس میں یہ دل چسپ اضافہ ہے کہ جب زادراہ کا تھیلا تیار ہوگیا تو حضرت اسمائؓ نے اپنے والد سے کہا کہ رسّی باندھنے کے لیے میرے پاس سوائے میرے پٹکے (نطاقی) کے اور کچھ نہیں تو انہوں نے فرمایا: ''اس کو پھاڑ دو'' اس وجہ سے میں ذات النطاقین کہلائی۔ مسند احمد (۲۶۳۸۸، مسند اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ) میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے مشورے یا حکم پر حضرت اسمائؓ نے ایک نطاق سے مشکیزہ باندھ دیا اور دوسرے سے توشہ دان۔ اول حدیث میں توشہ دان کے ساتھ مشکیزہ باندھنے کے لیے کچھ نہ ملنے کا ذکر ہے، جب کہ دوسری احادیث میں صرف ایک کا ذکر ملتا ہے۔

۷۱۔ سہیلی، مذکورہ بالا، حدیث بخاری (۲۲۶۳) فتح الباری (۴/ ۵۵۸۔۵۵۹) کتاب الاجارہ، باب استیجار المشرکین عند الضرورۃ الخ حضرت عروہؒ کے واسطہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بنو الدئل کے خاندان بنو عبد بن عدی کے ایک ماہر راہ بر (ھادیاً خریتاً) کے اجرت پر لینے کے بارے میں ہے، جس میں اس کے ماہر فن، مشرک ہونے کے علاوہ، سواریوں کی تحویل اور تین راتوں کے بعد سواریوں کے ساتھ آمد اور روانگی کا ذکر ہے۔ دلیلِ راہ نے مکہ کا زیریں علاقہ، جو طریق ساحل پر تھا، اختیار کیا تھا اور ان دونوں کے ساتھ حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی تھے۔ بخاری میں اس حدیث کے بہت سے اطراف ہے: ۲۲۶۴، ۳۰۳۸، ۳۱۴۱، ۳۳۴۳، ۴۳۴۴، ۶۱۲۴، ۶۹۲۳، ۷۱۴۹، ۷۱۵۶، ۷۱۵۷، ۷۱۷۲۔ ان سب کا تقابلی وتجزیاتی مطالعہ ایک دل چسپ تحقیق کا موضوع ہے۔

۷۲۔ سہیلی ۲/ ۳۲۰ نے بھی حاشیہ وتشریح سے گریز کیا ہے۔

۷۳۔ سہیلی (۲/ ۳۲۰) نے خبر الجنی کی حدیث کے لیے حاکم (۳/ ۹) اور ابن سعد (۱/ ۲۳۰) کا حوالہ دیا ہے۔

۷۴۔ سہیلی (۲/ ۳۲۱) نے کوئی تشریح نہیں کی۔ مسند احمد کی حدیث (۱۷۱۶۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ سے مروی ہے اور پوری طرح ابن اسحاق کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے، بلکہ لفظاً ومعناً اسی جیسی ہے۔

۷۵۔ سہیلی (۲/ ۳۱۵۔۳۱۶، ۳۲۱۔۳۲۲ ومابعد) نے حضرت سراقہؓ کے ترجمہ کے مآخذ کا ذکر کیا ہے

اور ان کی درخواست پر حضرت ابوبکرؓ کے کتاب لکھنے کی حدیث کے لیے فتح الباری (۷ / ۳۳۸) ابن جوزی کی المنتظم (۳ / ۵۵) حاکم (۳ / ۶) مسلم (۲۰۰۹، بعض حصہ) اور احمد (۳ / ۲۱۲) کی تخریج کا ذکر کیا ہے۔ بخاری/ فتح الباری (۷ / ۲۹۷ وما بعد) حدیث: ۳۹۰۶ میں ابن اسحاق کی سند سے ہی پوری خبرِ تعاقب ہے۔ اس میں کتاب نبوی کو کتابِ امن کہا گیا ہے اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کو اس کا کاتب بتایا گیا ہے۔ انہوں نے چمڑے کے رقعہ (رقعۃ ادم) پر اسے لکھا تھا۔ باقی حصۂ حدیثِ بخاری راہِ ہجرت میں مسلم قافلۂ تجارت سے ملاقات و خدمات سے متعلق ہے۔ حافظ موصوف نے کافی تفصیل سے شرح کی ہے۔ نیز حدیث بخاری (۳۹۰۸) جو مختصر ہے، مسند احمد (۱۷۱۴۱ مسند، سراقہ بن مالکؓ) میں یہی تفصیل ہے اور کتابِ امن کے لکھنے والے کا نام عامر بن فہیرہؓ بتایا گیا ہے۔ نیز حدیث مسند (۳) مسند ابی بکر صدیقؓ میں بھی سراقہ کے تعاقب کا ذکر ہے اور بعض نئی معلومات بھی ہیں۔

نوٹ: سیرت ابن ہشام/ ابن اسحاق کا ایک محقق اڈیشن مکتبۃ المورد قاہرہ سے ۲۰۰۶ء میں حمدی بن محمد نور الدین آل نوفل کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اسی کی روشنی میں اس مضمون میں 'سیرتِ ابن اسحاق میں مکی دور کی احادیث' کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ تفصیل کے طالب اس محقق اڈیشن سے رجوع کرسکتے ہیں۔ (ادارہ)

اسلام کی دعوت

مولانا سید جلال الدین عمری

رسول کی تعریف اور اس کی ذمہ داریاں، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا عظیم کارنامۂ دعوت، مباحثِ دعوت، دعوت اور اتباع، دعوت و اصلاح کی ترتیب، دعوت کے اصول و آداب، انکار دین کے اسباب، دعوت کے لیے ضروری اوصاف (ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ، نماز، زکوۃ، اخلاص اور استقامت) دعوت اور تنظیم، اور تنظیم کیسے مستحکم ہوتی ہے؟ جیسے اہم موضوعات پر خالص داعیانہ گفتگو۔ کتاب کے مطالعے سے قاری پر دعوت و تبلیغ کا تصور واضح ہوگا اور اسے اپنے اندر کارِ دعوت کے لیے جذبہ و حرارت کا بھی احساس ہوگا۔ فاضل مصنف کی نظر ثانی اور ضروری حذف و اضافہ کے بعد تازہ اور دل کش اڈیشن۔

صفحات: ۳۴۴ قیمت: ۲۲۵ روپے